ڈاکٹر قیصر آفتاب احمد

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف سیالکوٹ۔

ڈاکٹر مشتاق احمد امتیاز

پروفیسر وصدر شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف سیالکوٹ۔

تحریک علی گڑھ کے مصنفین کا اسلوبیاتی مطالعہ

Dr. Qaiser Aftab Ahmed
Assistant Professor, Dept. of Urdu, University of Sialkot.
Dr.Mushtaq Ahmed Imtiaz
Professor & HoD Dept. of Urdu, University of Sialkot.

A Stylistic Study of Aligarh Movement Writers

Ali Garh Movement had played a prominent role in the progress of Urdu language and literature. The writers of the Ali Garh Movement Sir Syed Ahmed Khan, Moulana Altaf Hussain Hali, Shibl-e-Numani, Muhammad Hussain Azad and Molvi Charagh Ali were the best writer of the Ali Garh Movement. These authors had a special style of writting which was simplicity and continuation. In this research article the stylistics characteristics of the Ali Garh Movement has been discussed.

Key Words: *Prominent role, Ali Garh Movement, Best writer, Authors.*

اردو زبان وادب کی ترقی میں تحریک علی گڑھ نے اہم کردار ادا کیا۔ اس تحریک کے نمایاں مصنفین میں سر سید احمد خان، مولانا الطاف حسین حالی، شبلی نعمانی، مولانا محمد حسین آزاد اور مولوی چراغ علی وغیرہ شامل تھے۔ ان مصنفین کی خصوصیت تحریر کی سادگی وروانی تھی۔ اس تحقیقی مضمون میں تحریک علی گڑھ کے مصنفین کے طرز تحریر کی خوبیوں پر بحث کی گئی ہے۔ تحریک علی گڑھ کے اسلوبیاتی مطالعے سے قبل اس بات کا ادرک ہونا ضروری ہے کہ **اسلوب کیا ہے؟**

اسلوب کے معنی طرز راہ، صورت روش اور طریقے کے ہیں۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ نور اللغات میں اسلوب کے لغوی معنی طریقہ، اسلوب باندھنا، لازم صورت پیدا کرنا، راہ نکالنا(۱)۔ انگریزی زبان میں اسلوب کو

Style کہا جاتا ہے۔ اسلوب کے لیےmethod, wayاور موڈModeبھی الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ طارق سعید اپنی تصنیف میں اسلوب کے حوالے سے ،اسلوب اور اسلوبیات میں رقم طراز ہیں:

" لفظ اسلوب، انگریزی کے اسٹائل سے مترادف ہے۔یونانی میں سٹائیلازاور لاطینی میں اسٹائیلس Style اسلوب کا ہم معنی ہے اور ہندی زبان میں شیلی ہے۔انسائیکلوپیڈیا میں اس لفظ کا رشتہ لاطینی زبان سے جوڑا گیا ہے۔ لیکن اس امر کی بھی عقدہ کشائی کی گئی ہے کہ یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ اس لفظ کا ہمیشہ وہی مطلب اخذ کیا جاتا رہا ہے جو اسٹائل میں مضمر ہے۔ اس کے مطالب میں لکھنے کا طریقہ کار، لکھنے کا قلم، تیز چلنے والا قلم یا لکھنے کا کوئی نوکیلا آلہ کار "۔[۲]

تمام اہل الرائے حضرات اس تحریک کے اغراض کے بارے میں اتفاق کیا ہوا ہے اور کسی قسم کا کوئی اختلاف ان کی آرا میں نہیں پایا جاتا مثلاً اس تحریک کے مقاصد کے حوالے سے احتشام حسین تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ اس تحریک نے بہت سے نئے خیالات متعارف کروائے، جیسے علم کی تلاش، مذہب کو عقلی بنانا، سماجی تبدیلی کو فروغ دینا، اور زبان و ادب کو بلند کرنا۔ جبکہ رشید احمد صدیقی کا دعویٰ ہے کہ اس تحریک کے اہداف میں مذہب، انگریزی اور انگریزی حکومت، انگریزی زبان، اردو ہندو مسلم تعلقات، مغرب کے اثر اثر و رسوخ اور تقاضے وغیرہ شامل ہیں،اس جملے میں اظہار خیال اور تخلیقی اسلوب بھی شامل ہے

تحریک علی گڑھ کے مصنفین:

علی گڑھ تحریک خوش فہمی کو فروغ دینے کے بجائے گہری فکری فکر اور شعور کی حوصلہ افزائی کے لیے وقف تھی،اور صرف اردو نثر ہی ان مقاصد پر زیادہ اثر ڈال سکتی ہے۔ علی گڑھ تحریک نے اس بنیاد پر اردو نثر کے لیے ایک باوقار، سنجیدہ اور متوازن معیار قائم کیا، اس کو شاعری کے طنزیہ اور سریلی انداز سے آزاد کر کے اسے سادگی اور یکسوئی کے وسیع مرحلے پر کھڑا کیا، جس سے ادب کی افادیت اور افادیت ابھر کر سامنے آئی۔ مقصدیت اسے جاری کیا گیا۔یوں تو تحریک علی گڑھ میں بے شمار شعراء،ادبا، محققین اور ناقدین شامل تھے مگر ان میں سے چند ایک نمایاں ادبا درج ذیل ہیں۔

۱۔ سرسید احمد خان

۲۔ مولانا الطاف حسین حالی

۳۔ مولانا شبلی نعمانی

۴۔ مولانا محمد حسین آزاد

۵۔ نواب محسن الملک

۶۔ نواب وقار الملک

۷۔ مولوی چراغ علی

تحریک علی گڑھ کا تعارف:

تحریک علی گڑھ کے بانی سر سید احمد خان تھے۔ اس تحریک کا باقاعدہ آغاز ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ہوا۔ مسلمانوں پر ظلم و ستم اس وقت ختم ہوا جب جنگ ناکامی پر ختم ہوئی۔ اور اس جنگ کا ذمہ دار صرف اور صرف مسلمانوں ہی کو ٹھہرایا گیا۔ ان حالات میں ایک ایسی تحریک کی ضرورت تھی جس سے مسلمانوں کے مسائل حل ہوئے۔ چنانچہ سر سید احمد خان نے انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان خلیج کم کرنے کے لیے رسالہ "اسباب بغاوت ہند" لکھا جس میں انگریزوں کو باور کرایا گیا کہ اس جنگ کے ذمہ دار صرف مسلمان نہیں ہیں بلکہ یہ وقتی اشتعال کا نتیجہ تھی۔ تاہم اس دوران سر سید احمد خان ۱۸۴۱ء سے ۱۸۵۷ء تک تقریباً پندرہ کتابیں تالیف کر چکے تھے۔ جب جنگ آزادی ناکام ہوئی تو آپ نے اس تحریک کے ذریعے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ پہلے انگریزی تعلیم حاصل کریں اور پھر سیاست میں حصہ لیں۔ اس مقصد کے لیے آپ نے سائنٹفک سوسائٹی بنائی جس کا مقصد مفید انگریزی کتابوں کے اردو میں تراجم کرنا تھا۔ اس کے علاوہ علی گڑھ کالج اور کئی دوسرے مدرسے بنائے گئے۔ ڈاکٹر انور سدید کی کتاب ”اردو ادبی تحریکیں“ کے مطابق علی گڑھ تحریک کے مقاصد درج ذیل ہیں:

"علی گڑھ تحریک کو وسیع تناظر میں دیکھا جائے تو اس کے مقاصد کی توضیح مندرجہ ذیل تین زاویوں سے ہوتی ہے۔

اوّل: سیاسی زاویہ، مسلمانوں کی تہذیبی بقا، سیاسی ترقی اور معاشرتی سربلندی۔

دوم: مذہبی زاویہ، نئے علوم کی روشنی میں دین فطرت کی توضیح و تشریح اور اوہام پرستی کا ازالہ۔

سوم: ادبی زاویہ، اردو زبان و ادب کا فروغ"۔ (۳)

اِس طرح تحریک علی گڑھ کے تین بڑے مقاصد تھے۔ سیاسی، مذہبی اور ادبی۔ سر سید احمد خان کے اسلوب کا اگر جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی تحریروں میں صرف موثر ترین مثالیں استعمال کرتا ہے اور

اپنے مفہوم کی بہترین تفہیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کے اسلوب کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سر سید احمد خان کی تحریروں میں استدلال بھی کمال کا ہے۔ استدلال کی ایک مثال واضح ہو:

> " دل کی جس قدر بیماریاں ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ مہلک خوشامد کا اچھا لگنا ہے۔ جس وقت انسان کے بدن میں ایسا مادہ پیدا ہو جاتا ہے جو وبائی ہوا کے اثر کو جلد قبول کر لیتا ہے تو اسی وقت انسان مرض مُہلک میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خوشامد کے اچھا لگنے کی بیماری انسان کو لگ جاتی ہے تو اس کے دل میں ایسا مادہ پیدا ہو جاتا ہے جو وبائی ہوا کے اثر کو جلد قبول کر لیتا ہے تو اسی وقت انسان مرض مہلک میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ جو ہمیشہ زہریلی باتوں کے زہر کو چوس لینے کی خواہش رکھتا ہے۔ جس طرح کہ خوش گلو گانے والے کا راگ اور خوش آئند باجے کی آواز انسان کے دل کو ایسا پگھلا دیتی ہے کہ ہر ایک کانٹے کے چبھنے کی جگہ اس میں ہو جاتی ہے"۔ (۴)

سر سید احمد خان جب بھی لکھتے ہیں بہت استدلال سے لکھتے ہیں۔ یہ استدلال اُن کی دیگر تصانیف، رسالہ اسباب بغاوت ہند اور " آثار الصنادید" میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

مولانا الطاف حسین حالی کا اسلوب:

مولانا الطاف حسین حالی سر سید احمد خان کے اہم ترین رفیق اور تحریک علی گڑھ کے نمایاں ادیب تھے۔ انھوں نے مد و جزر اسلام کی صورت میں اسلام کی مکمل تاریخ قلم بند کی اور اس صورت میں اسلام کے عروج و زوال کی مکمل کہانی پیش کی۔ اُن کی یہ کتاب بعد ازاں "مُسدس حالی" کے نام سے مشہور ہوئی۔ مولانا الطاف حسین حالی نے "مقدمہ شعر و شاعری" لکھ کر نہ صرف اَدب بل کہ اُردو کے تنقیدی میدان میں اہم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ حالی کی اس کتاب کی شروع میں بہت سرزنش ہوئی اور موجودہ ادبی لوگوں نے اس پر بہت زیادہ اعتراضات کیے۔ لیکن آخر کار جب انہوں نے ٹھنڈے دماغوں سے سوچا تو ان کو ماننا پڑا کہ " مقدمہ شعر و شاعری" اُردو تنقیدی میدان میں بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ اور حالی نے کُچھ قواعد یا اُصول بیان کیے ہیں۔ شاعر اور شعر دونوں کو اس کا پابند ہونا چاہیے۔ مولانا حالی نے تنقید کے میدان میں بھی قدم رکھا اور اردو ادب کا پہلا ناقل ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ علاوہ ازیں انھوں نے "حیات جاوید" اور "یادگار غالب" وغیرہ تحریر کیں۔ مولانا الطاف حسین حالی کی جمالیات کی اہم خصوصیات ذیل میں درج ہیں:

ا۔　　استدلال

ب۔　　انگریزی زبان کے الفاظ کا استعمال

ج۔　　تنقیدی نقطہ نظر

د۔　　بر محل اشعار کے حوالے

اُن کے تنقیدی اسلوب کی ایک مثال مندرجہ ذیل ہے:

"ہمارے قصائد کی حالت تو ناگفتہ بہ ہے۔ البتہ ہمارے شعرا نے مرثیہ میں ایک خاص قسم کی نمایاں ترقی ظاہر کی ہے۔ مرثیہ کا اطلاق ہمارے ہاں زیادہ تر شہدائے کربلا اور خاص کر جناب سے دالشہدائی کے مرثیہ پر ہوتا ہے۔ یہاں مرثیہ کی ابتدائی اوّل اسی اصول پر ہوئی تھی جو کہ قدرت نے تمام انسانوں کو یکساں طور پر تعلیم کیا ہے۔ یعنی میت کو یاد کر کے حزن و غم کا اظہار کرنا اور اپنے بیان سے دوسروں کو مخزون و مغموم کر نا، چنانچہ جو مرثیے اول اول لکھے گئے وہ کم و بیش بیس تیس بند یا بیس تیس سے زیادہ نہ ہوتے تھے اور ان میں مرثیت یا بین کے سوا اور کوئی مضمون نہ ہوتا تھا۔ مگر چونکہ مر ثیہ ایک خاص مضمون کے دائرہ میں محدود ہوتا تھا۔ اور اس کی قدر روز بروز زیادہ ہو تی جاتی تھی۔ لہٰذا متاخرین کو اس کے سوا کچھ چارہ نہ تھا کہ مرثیہ میں کچھ جدت پیدا کر یں۔ اور اس کے مضامین میں کچھ اضافہ کریں"۔ (۵)

"مقدمہ شعر و شاعری" اُردو اَدب کے تنقیدی میدان میں اُردو تنقیدی بوطیقا کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور آج بھی نقاد اِن اُصولوں کو نظر انداز کر کے تنقید کے عمل میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ایک نقاد کو آج بھی اُن اُصولوں اور قواعد کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی اُس وقت محسوس کی گئی۔ "مقدمہ شعر و شاعری" آبِ حیات کو بنیاد بناتے ہوئے اُس سے ایک قدم آگے بڑھ کر تنقیدی روایت میں اضافہ کا سبب بنتی ہے۔ اور اِس طرح تنقیدی روایت" تذکروں" سے" آب حیات" اور پھر" مقدمہ شعر و شاعری" کی صورت میں بتدریج محو سفر نظر آتی ہے۔ مولانا الطاف حسین حالی کے اسلوب میں استدلال، انگریزی زبان کے بکثرت الفاظ کا استعمال، تنقیدی نقطہ نظر اور ہر محل اشعار کے حوالے ملتے ہیں۔ مندرجہ بالا حوالہ میں ہر بات دلیل کے ساتھ کی گئی ہے اور تنقیدی نقطہ نظر بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

مولانا شبلی نعمانی کا اسلوب:

مولانا شبلی نعمانی بھی تحریک علی گڑھ کے اہم ترین مستون ہیں۔ اُن کا انداز تحریر خطیبانہ، محققانہ اور

سادہ ہے۔ انھوں نے کئی جلدوں میں سیرت النبی ﷺ ترتیب دے کر ایک اہم ترین کارنامہ سرانجام دیا۔ موازنہ انیس و دبیر، مقالات شبلی اور شعر العجم ان کے درخشاں ادبی کارنامے ہیں۔ شبلی نعمانی تاریخی واقعات اور حقائق پر بھی بڑے خوبصورت انداز میں تبصرہ کیا ہے۔ اُن کے تحقیقی انداز کا ایک نمونہ واضح ہو۔

> "حافظ ابو القاسم بن بشکوال ابو جعفر بن عبد العزیز اور ابو عبد اللہ ماذری سے حدیث کی تحصیل کی۔ علم فقہ ابو محمد بن رزق سے حاصل کیا۔ ادب اور عربیت اندلس کی اصناف تعلیم کا لازمی جزو تھا۔ اس لیے نہایت محنت اور شوق سے اس کی تعلیم حاصل کی۔ ابو القاسم بن طلسان کا بیان ہے کہ ابو اُبو تمام اور متنبیٰ کا دیوان اُس کو زبانی یاد تھا۔ اور اکثر صحبتوں میں ان کے اشعار وہ ضرب المثل کے طور پر برجستہ پڑھتا تھا"۔ (۶)

مولانا شبلی نعمانی چونکہ ایک عالم فاضل انسان تھے اور بہت بڑے محقق بھی تھے۔ لہٰذا اُن کی تحریروں میں محققانہ رنگ بہت واضح ہے۔ اس کے علاوہ اُن کی تحریروں میں سادہ الفاظ کا استعمال بھی نمایاں ہے۔ قاری کو کوئی بات سمجھنے میں کوئی مسئلہ نہیں ہونا چاہیے۔ ان کی تحریروں میں روانی کا عنصر بہت نمایاں ہے اور کہیں بھی ٹھہراؤ نظر نہیں آتا۔

مولانا محمد حسین آزاد کا اسلوب:

مولانا محمد حسین آزاد کی تحریر میں تخیل کی رنگینیاں اور رنگارنگ تصورات دکھائی دیتے ہیں۔ انھوں نے "نیرنگ خیال"، "آب حیات"، "دربار اکبری" اور "سخن دان فارس" جیسی شہرہ آفاق کتابیں لکھیں۔ ناقدین اُردو ادب کا خیال ہے کہ آزاد "نیرنگ خیال" کے علاوہ اور کچھ بھی نہ لکھتے تو یہ بھی کافی تھا۔ "نیرنگ خیال" میں اُن کا انداز نگارش بہت ہی دلچسپ ہے۔ ان کے اسلوب میں رمزیت بھی پائی جاتی ہے۔ وہ رمز و اشاریت میں ڈرامائی کیفیت پیدا کر کے اپنے مفہوم کو بہت بہتر انداز میں ادا کرنے کی جادوئی صلاحیت رکھتے ہیں:

> "اکثر خیال کے پیارے اور وہم کے بندے ایسے بھولے بھالے تھے۔ جنھوں نے اوروں کی طرح اس باغ میں آکر چڑھنے کا ارادہ بھی نہ کیا تھا۔ یوں ہی ایک جگہ پڑے رہے تھے۔ یہ مقام کاہل گھاٹی کہلاتا تھا اور ایک سنسان اور بے آزاد موقع پر تھا۔ مگر ملکہ یہاں سے بھی سامنے تھی۔ یہ اسی یقین میں خوش پڑے تھے کہ کوئی حرم میں آنا چاہتی ہیں۔ اگرچہ اور لوگ ان کو احمق اور کاہل وجود سمجھتے تھے۔ مگر انھیں کچھ پرواہ بھی نہیں تھی۔ بلکہ یہ غم غلط لوگ اسی دعوے میں خوش بیٹھے تھے کہ سب سے پہلے ہم پر نظر عنایت ہوگی"۔ (۷)

مولانا محمد حسین آزاد کے اسلوب تحریر میں دلکشی اور رعنائی کے رنگ بہت نمایاں ہیں۔ دلچسپی کا عنصر بہت زیادہ نظر آتا ہے۔ اس لیے قاری بہت لطف اٹھاتا ہے۔ اور سب سے اہم بات یہ کہ تجسس کہیں بھی کم ہوتا نظر نہیں آتا۔ اور کہیں کہیں تو ڈرامائی صورت حال پیدا کر دیتے ہیں۔ اور یہ خوبیاں کسی بھی ادبی پارے کی اعلیٰ خصو صیات ہیں۔ اور ایسی تحریریں صدیاں گزر جانے کے باوجود لوگ بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔ ''مقدمہ شعر و شاعری'' جیسی تنقیدی اردو کتابیں مستقل بنیادوں پر لکھتے ہوئے الطاف حسین حالی نے اسے ''یادگار غالب'' میں بھی استعمال کیا۔ شبلی نعمانی کے تنقیدی نظریات مولانا حالی کی متعدد کتابوں میں ملتے ہیں۔ "شعر العجم "ان تصورات کی ایک حقیقی دنیا کی تصویر ہے۔

سر سید نے ادب، اس کی تخلیق اور معاشرے میں قاری کے ضروری کردار کو اہمیت دی۔ اس نے فیشن کے موضوع کو آگے رکھا۔ لیکن ساخت کے لیے بنیادی ہدایات کو نظر انداز نہیں کیا۔ اس کے بجائے اس نے قاری کو اسلوب سے متوجہ ہونے کے لیے کارکردگی کے انداز میں مناسب لطف پیدا کرنے کی نصیحت کی۔ اس کے نتیجے میں ان کے دوستوں ڈپٹی نذیر احمد اور مولانا شبلی میں موضوع اور اسلوب کی ہم آہنگی فطری طور پر آتی ہے اور اثر و رسوخ کی ضمانت ہے۔ حالی کے استعارے اور تشبیہات ان کے مقابلے میں کم دلکش ہو سکتے ہیں، لیکن وہ موضوع کے فکری زاویے کو بلند کرتے ہیں اور قاری کو اپنے دلائل میں کھینچ لیتے ہیں۔

تحریک علی گڑھ کے مصنفین کا مجموعی اسلوب تحریر:

تحریک علی گڑھ کے مصنفین کے مجموعی اسلوب میں سادگی بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ عام فہم اور سادہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور قاری کو کہیں بھی مطلب سمجھنے میں اُلجھن کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ اس کے علاوہ اُن کے اسلوب میں ہر بات بہت مضبوط دلیل کے ساتھ کی جاتی ہے جسے رد کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ مزے دبر آس سلا ست اور روانی بھی اہم وصف ہے اور کڑی سے کڑی ملتی نظر آتی ہے۔ مصنف بات کرتا ہی جاتا ہے اور کہیں رک کر سانس نہیں لیتا۔ تحریک علی گڑھ کے مصنفین کی تحریروں میں عقلیت اور مادیت کے عناصر بھی نظر آتے ہیں جو عام مصنفین سے انہیں نمایاں ادبی مقام دلاتے ہیں۔

مجموعی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ علی گڑھ تحریک کے ادیب اردو ادب اور زبان کی ترقی کے لیے اہم تھے۔ علی گڑھ تحریک ایک بڑی ادبی اور فکری تحریک تھی۔ اس کا اثر و رسوخ بہت وسیع نکلا، خاص طور پر ادب کے حوالے سے۔ ممتاز علی گڑھ کی توسیعی کوششوں کو اس تحریک سے بہت مدد ملی، جس نے مضمون

کے اسلوب اور روح کے ساتھ ساتھ ادبی انواع کے مسئلے کو بھی متاثر کیا۔ اور کچھ ادبی ذیلی صنفیں جو مغرب میں شروع ہوئیں استعمال کی گئیں۔ ان رجحانات میں سے چند ایک پر خاص توجہ دی جانی چاہیے۔ مثال کے طور پر مولانا الطاف حسین حالی نے فطری شاعری کی تحریک میں محمد حسین آزاد کے ساتھ برابری کی بنیاد پر حصہ لیا۔ اس تحریک میں روایتی شاعرانہ شکل سے علیحدگی بھی شامل ہے۔

سرسید احمد خان اور ان کے رفقا عصری اردو تنقید کے علمبردار تھے۔ انہوں نے ایسی تخلیقات تیار کیں جو سرسید تحریک سے متاثر تھے، بشمول سوانح حیات، ناول، اردو میں نظمیں، اور مضامین۔ سیاسی یا ادبی تاریخ کا شاید ہی کوئی گوشہ ایسا ہو جہاں سرسید اور علی گڑھ تحریک نے اپنا نشان نہ چھوڑا ہو، خواہ وہ براہ راست ہو یا لطیف۔ تحریک کا نام، "آدم گری" بھی یہاں استعمال ہوا، اور ملک کی تعمیر کے لیے سامان بھی دستیاب ہوا۔ اس جگہ پر یہ بھی سکھایا گیا کہ وقت کی نشانیوں کو کیسے پڑھنا ہے اور اس کے دھاروں کو کیسے چلانا ہے۔ یہ مشکل کام ایک تحریک میں بدل گیا جس نے سرسید کی استقامت اور محبت کی محنت کی بدولت پروان چڑھایا اور دیرپا اثر کیا۔ سرسید کے نظریات بہت اہم تھے اور تحریک میں تبدیلی آنے کے باوجود ان کا اثر اب بھی محسوس کیا جا رہا تھا۔

حوالہ جات

۱۔ نورالحسن نیر، مولوی، نوراللغات: حصہ اول، نیشنل بک فائونڈیشن اسلام آباد، ۲۰۰۶ء، ص:۳۱۱

۲۔ سعید، طارق: اسلوب اور اسلوبیات، لاہور، نگارشات ۱۹۹۸ء، ص: ۶۳ ۱

۳۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تحریکیں، انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی، ۲۰۰۷ء، ص:۳۰۹

۴۔ سرسید احمد خان، مقالات سرسید، مشمولہ، درسی کتاب سال اوّل پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور، ص:۲۰۱۱

۵۔ الطاف حسین حالی، مقدمہ شعر وشاعری، مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی، مکتبہ جدید لاہور، ۱۹۳۵ء

۶۔ شبلی نعمانی، مقالات شبلی، ایم ثناء اللہ خان اور سنز لاہور، سن ندارد، ص:۲۸

۷۔ محمد حسین آزاد نیرنگ خیال، کشمیر کتاب گھر اردو بازار لاہور، ۱۹۸ء، ص:۸۴